مقاصدِ شریعہ اور انسان کے بنیادی حقوق

URDU-THE OBJECTIVES OF ṢḤĀRĪĀḤ AND BASIC HUMAN RIGHTS

Prof. (Rtd) Dr. Sanaullah Bhutto[*], Dr. Saifullah Bhutto[**]

The Scholar Islamic Academic Research Journal || Web: www.siarj.com ||
P. ISSN: 2413-7480 || Vol. 4, No. 1 || January -June 2018 || P. 1-26

DOI: 10.29370/siarj/issue6ar1

URL: https://doi.org/10.29370/siarj/issue5ar1

ABSTRACT:
In the history of the social evolution of humans, many divine and secular ideologies have been introduced. Every nation designed principles for their social needs according to their own circumstances. As societies grew with the passage of time, different kinds of needs and problems started arising. To solve these problems, new laws and constitutions were made but the purpose behind those secular laws was always to accomplish personal objectives and wishes therefore leaving no code of conduct for collective and national objectives. Violation of human rights, injustice and corruption reached to such an extent that it resulted into two terrible world wars. These two wars forced humans to think about making laws for the protection of basic human rights. As a result, the United Nations Organization was established in 1941 through the San Francisco Charter after the Washington-Moscow negotiations. The U.N.O general assembly approved a charter named Universal Declaration of Human Rights on the 10th of December 1948, on the basis of which every year on the same date a day of human rights is celebrated in every country. The concept of basic human rights, which the Western nations only knew one century ago, was infact introduced by Islam 14 centuries ago. This article proves this fact with authentic arguments on the basis of a comparative study of the laws of basic human rights made by Europeans and laws introduced by Islam. Islam is a social religion that also conforms with the nature of

[*] Professor (Rtd), University of Sindh, Jamshoro. Email: bhutto53@gmail.com
[**] Assistant Professor, Quaid-e-Awam University, Nawabshah. Email: bhuttosaifullah@hotmail.com

humans and its' laws are valid and practicable until the end of time. Humans will surely be blessed in this world an in the hereafter if they adopt the laws of Islam individually or collectively.

Keywords: Human rights, Universal, Declaration of Human Rights, Islamic Laws, Social Issues.

کلیدی الفاظ: انسانی حقوق، عالمگیر، انسانی حقوق کا اعلامیہ، اسلامی قوانین، سماجی معاملات.

تعارف:

انسان کی معاشرتی زندگی کے ارتقاء کی تاریخ میں متعدد الہامی اور وضعی نظریات متعارف ہوئے۔ ہر قوم نے اپنے نظریات وحالات کے مطابق اپنی اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے اصول متعین کیے۔ اور وہ معاشرے جوں جوں ترقی کی راہ پر گامزن ہوتے رہے تو مختلف ضروریات اور مسائل بھی رونما ہوتے گئے۔ ان مسائل کو حل کرنے کے لیے قوانین اور دساتیر بنائے گئے۔ مگر ان وضعی قوانین کا نصب العین ہمیشہ ذاتی اغراض وخواہشات کی تکمیل ہی رہا اور قومی پیمانے پر مصلحت اور موقعہ پرستی انفرادی واجتماعی زندگی میں دخل انداز ہوئے اور کوئی مستقل ضابطۂ اخلاق ملکی اور قومی زندگی کے لیے باقی نہ رہا۔ انسانی حقوق کی پامالی ہونے لگی اور ظلم وفساد انتہا کو پہنچا، نتیجۃً گزشتہ صدی میں انسان کو دو ایسی ہولناک جنگوں کا خمیازہ بھگتنا پڑا جن میں ہلاک اور زخمی ہونے والوں کی تعداد انسانیت کی پوری تاریخ کی تمام جنگوں کے مجموعی مقتولین ومجروحین کی تعداد سے کہیں زیادہ ہے۔

ان دو عالمگیر جنگوں کی تباہیوں نے بیسویں صدی کے انسان کو اس بات پر سوچنے پر مجبور کیا کہ انسانوں کے حقوق متعین کیے بغیر امن قائم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ 1941ء کے اٹلانٹک چارٹر اور واشنگٹن۔ ماسکو مذاکرات کے بعد آخر کار سان فرانسسکو کے چارٹر کے ذریعے ادارۂ اقوامِ متحدہ کی اساس رکھی گئی، اور ایک چارٹر مرتب کیا گیا، جسے اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے آخری شکل دے کر 10 دسمبر 1948ع کو "عالمی اعلانِ حقوقِ انسان" کا نام دے کر منظور کیا، جس کے نتیجے میں ہر سال 10 دسمبر کو دنیا کے ہر ملک میں "یومِ حقوقِ انسانی" منایا جاتا ہے، مگر چونکہ حقوقِ انسانی کا چارٹر محض عمومی سفارشات پر مشتمل ہے، اسی وجہ سے اقوامِ متحدہ اس مغربی انسانی حقوق کے منشور پر عمل نہیں کرواسکی۔ ہر ملک میں انسانی حقوق کی پامالی ہو رہی ہے۔

بنیادی انسانی حقوق کے ضمن میں جو تصور کارفرما ہے اس کی روح یہ ہے کہ کچھ متعین اور مخصوص حقوق ریاست کی جانب سے اس کے شہریوں کو ملنے چاہئیں، ان حقوق کا محور مندرجہ ذیل پانچ قسم کے تحفظات پر مشتمل ہے:

1۔ حفظ النفس۔ زندگی یا زندہ رہنے کا حق، 2۔ حفظ المال۔ حقوقِ ملکیت اس کی حفاظت اور استعمال کا حق، 3۔ حفظ

العرض۔ عزت و ناموس کا تحفظ 4۔ حفظ العقل۔ حق مساوات یا آزادی رائے کا حق 5۔ حفظ الدین۔ دین و مذہب اختیار کرنے اور مذہبی رسموں کی بجاآوری کا حق۔

ان تمام حقوق کو اکثر جمہوری مملکتوں میں بنیاد بنا کر قانون سازی بھی کی گئی ہے۔ مگر در حقیقت ان تمام کے تمام حقوق کا سب سے پہلے اسلام نے ہی تصور دیا ہے۔ مغربی اقوام نے ان حقوق کو اسلام سے ہی مستعار لیا ہے۔ اسلام نے نہ صرف ان حقوق کا نظریہ دیا ہے بلکہ ان کو اسلامی شریعت کے مقاصد کے طور پر اپنایا ہے اور ان ہی مقاصدِ شریعہ کو بنیاد بنا کر جو حقوقِ انسانی کا چارٹر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، اس سے بہتر دورِ حاضر کے تمام مدبرین مل کر بھی تیار نہیں کر سکتے۔

اس مقالے میں مغربی اقوام کے وضع کردہ قوانین کا اسلام کے مقرر کردہ انسانی حقوق کے قوانین سے موازنہ کیا گیا ہے اور دلائل کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام ایک سماجی اور فطری دین ہے اور اس کے اصول و قوانین قیامت تک قابل عمل ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور ان کو انفرادی و اجتماعی طور پر
اپنانے میں انسان کے لیے دنیوی و اخروی سعادتیں مضمر ہیں۔ آخر میں خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔

حق کا مفہوم:

حقوق کا واحد حق ہے، جس کے لغوی معنی ہیں: واجب، سچ، جائز، درست اور انصاف[1]

حق کا لفظ مطابقت اور موافقت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ عربی میں اس کے معنی "امرِ ثابت" بھی ہے۔ حق **الامر یَحِقُ ویحق حقًا وحقةً:وجب وثبت،ووقع بلاشک وحق الشيء تحقیقًا اوجبه واکده واثبته۔ والحق ایضًا ضد الباطل،والامر المقتضی،والعدل والمال والملک والموجود الثابت والصدق والموت والحزم۔ جمع:حقوق وهو ایضًاالقرآن والاسلام**

عصرِ حاضر میں یہ اصطلاح خالصتاً ریاست کی جانب سے شہریوں کو ملنے والے حقوق کے لیے استعمال ہوتی ہے۔[2]

انسانی حقوق کی اہمیت کا اندازہ پروفیسر لاسکی کے اس فقرے سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے :

Right in fact are those conditions of social life without which no man can seek in general, to be himself at his best.[3]

تاریخ کے اوراق ایسی کارروائیوں کی شہادت دیتے ہیں جن میں انسانوں کی ایک نسل نے دوسری نسل کے ساتھ

[1] Ibn Manzur, Abul Fazal Jamaluddin, *Lisanul Arab*, vol. 7 (Beirut: Daar Saadir).
[2] *Urdu Dairaih Ma'arif Islami* (Lahore: Danish Gah Punjab, 2002), Vol. 2. P. 224–25.
[3] Laski, H.J, *Grammar of Politics* (London, n.d.), p.91.

رنگ، زبان، نسل کی برتری کا احساس رکھتے ہوئے ظالمانہ رویہ اختیار کیا، جس سے انسان کے ہاتھوں انسان کا استحصال ایک تاریخی حیثیت اختیار کر گیا۔ انسان اور انسان کے تعلق کے بارے میں مختلف مذاہب اور جدید سیکیولر فکر نے جو غلط بنیادیں فراہم کی تھیں، ان کے نتیجے میں انسانیت کا خون بہتا رہا، اس کی تذلیل ہوتی رہی اور ایک انسان دوسرے انسان کے لیے واقعی بھیڑیا ثابت ہوا۔ رہی سہی کسر جدید سرمایہ دارانہ نظام نے پوری کر دی، جس نے انسانی زندگی میں مسابقت کے اصول کو بنیادی قرار دیا۔ اس مسابقت نے کمزوروں کے لیے کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔ جدید سرمایہ دارانہ زبان میں اس مسابقت کو Cut throat competition قرار دیا گیا ہے۔ [4]

بنیادی حقوق کی جدوجہد کا آغاز و ارتقاء:

دورِ حاضر میں انسانی شعور کے ارتقاء کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بنیادی حقوق کی جدوجہد کا آغاز گیارویں صدی میں برطانیہ میں ہوا جہاں 1037ع میں بادشاہ کانریڈ ثانی (Conred II) نے ایک منشور جاری کر کے پارلیمنٹ کے اختیارات متعین کیے۔ 1188ع میں الفانسو نہم (Alfanso IX) سے حبسِ بیجا کا اصول تسلیم کرالیا گیا[5] انگلستان میں کنگ جان King john نے 10 جون 1215ع کو میگنا کارٹا (Magna Carta) جاری کیا تھا جو در حقیقت امراء کے دباؤ کی وجہ سے مرتب کیا گیا تھا، وہ صرف بادشاہ اور امراء کے درمیان ایک قرارداد تھی جس میں صرف امراء کے حقوق کا خیال رکھا گیا تھا۔ تمام لوگوں کے حقوق کی کوئی نشاندہی نہیں کی گئی تھی۔[6] 1350ع میں برطانوی پارلیامینٹ نے میگنا کارٹا میں توثیق کر کے قانونی چارہ جوئی (Due process of Law) کا قانون منظور کیا۔ جس کے تحت کسی شخص کو عدالتی کارروائی کے بغیر زمین سے بے دخل یا قید نہیں کیا جا سکتا تھا اور اسے سزائے موت بھی نہیں دی جا سکتی تھی۔[7] چودھویں صدی سے سولھویں صدی تک آمریت اور بادشاہت پوری طرح حاوی رہی اور انسانی حقوق کی جدوجہد میں کوئی نمایاں کامیابی نہیں ہوئی اور انسانی حقوق کی جدوجہد میں جمود طاری رہا۔ سترھویں صدی میں انسان کے فطری حقوق Natural Rights کا نظریہ ابھرا، چنانچہ 1679ع میں برطانوی پارلیمینٹ نے حبس بیجا کا قانون منظور کیا، جس میں تمام

---

[4] Alvi, Dr. Khalid, Islam Ka Muasharti Nizam, (Lahore: Al-Faisal Naashran o Taajran Kutub, 2009), p.88.

[5] Alvi, Dr. Khalid, p.609.

[6] Ghauri, Sanaullah Noor, *Insani Huquq* (Karahi: Fareedi Book Centre, 2005), p.73

[7] Alvi, Dr. Khalid, *Islam Ka Muasharti Nizam*, p.609.

شہریوں کو تحفظ کی ضمانت دی گئی۔1689ع میں برطانوی پارلیمینٹ نے قانونِ حقوق(Bills Rights) منظور کیا، جو برطانیہ کی دستوری تاریخ میں ایک اہم دستاویز سمجھی جاتی ہے اور اس بل کو برطانیہ کی تحریکِ آزادی میں بنیادی اہمیت اور تکمیل قرار دیا جاتا ہے۔ اسی دور میں برطانوی اور فرانسیسی مصنفین نے نظریۂ عمرانی کی وضاحتوں میں کتابیں لکھیں۔ John Locke نے Treaties on Civil Government لکھی اور فرد کے حقوق پر مدلل بحث کی۔[8] مشہور فرانسیسی مفکر روسو(Rousseaue) نے معاہدۂ عمرانی کے زیرِ عنوان کتاب لکھی، جس میں ہابس اور لاک کے تصورِ معاہدۂ عمرانی کا جائزہ لیا- 16 جون 1776ع میں آمریکی ریاست ورجینیا (Virginia) سے جارج میسن (George Mason) کا تحریر کردہ "منشورِ حقوق" جاری ہوا، جس میں صحافت، مذہب کی آزادی اور عدالتی چارہ جوئی کے حق کی ضمانت دی گئی۔ 12 جولائی 1776ع کو آمریکا کا اعلانِ آزادی جاری ہوا جس میں فطری قانون (Law of Nature) کے حوالے سے فطری انسانی حقوق کا تعین کیا گیا۔ [9]

انقلابِ فرانس کے بعد منشورِ حقوقِ انسانی(Declaration of Rights of Man) 1789ع میں نمودار ہوا، جو روسو کے معاہدۂ عمرانی کا ثمرہ تھا اور خاص طور John locke کے نظریات پر مشتمل تھا اور اس کا مسودہ "تھامس جیفرسن"(Thomas Jefferson) نے تیار کیا تھا اور اسی کو ہی فرانس کی قومی اسمبلی نے 1789ع میں حقوقِ انسانی کا منشور(Declaration of Rights of Man) کے طور پر منظور کیا۔ 1978, [10]

1792 میں (Thomas Paine) نے ایک پمفلٹ بعنوان The Rights of Man شائع کیا۔اسی پمفلٹ نے مغربی ممالک میں حقوقِ انسانی کے تصور کو اشاعت دی۔ [11] 1940ع میں مشہور مغربی ادیب H.G.Wells نے اپنی کتاب "New World Order" "دنیا کا نیا نظام" میں منشورِ انسانی حقوق کے اجراء کی تجویز پیش کی [12]

---

[8] Alvi, Dr. Khalid, p.609

[9] Salahuddin, Muhammad, *Bunyadi Huquq* (Lahore: Idarah Tarjumanul Quran, 1978), p.42-48

[10] Salahuddin, Muhammad, p.48.

[11] Zafar, Hakim Mahmud Ahmad, *Paghambar-e- Islam Aur Bunyadi Insani Huquq* (Lahore: Baitul Uloom, n.d.), p.20.

[12] Salahuddin, Muhammad, *Bunyadi Huquq*, p.42-43.

اگست 1941ع میں منشورِ اوقیانوس(Atlantic Charter) پر دستخط ہوئے۔ جس کا مقصد بقولِ چرچل "انسانی حقوق کی علمبرداری کے ساتھ جنگ کا خاتمہ تھا"۔ [13] دو عالمگیر جنگوں کی تباہیوں میں بیسویں صدی کے انسان کو اس بات پر سوچنے پر مجبور کیا کہ انسانوں کے حقوق متعین کیے بغیر دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ 1941ع کے اٹلانٹک چارٹر اور واشنگٹن، ماسکو نے مذاکرات کے بعد آخر کار سانفرانسسکو کے چارٹر کے ذریعے ادارۂ اقوامِ متحدہ کی اساس رکھی گئی اور ایک چارٹر مرتب کیا گیا جسے اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے آخری شکل دے کر 10 دسمبر 1948ع کو "عالمی اعلانِ حقوقِ انسان" کا نام دے کر منظور کیا۔ اس مسئلہ کی اہمیت کے پیشِ نظر ہر سال 10 دسمبر کو دنیا کے ہر ملک میں یومِ حقوقِ انسانی منایا جاتا ہے۔ [14]

مغربی اقوام نے انسانی حقوق کے حوالے سے جو کاوشیں کی ہیں جن پر ان کو بڑا فخر بھی ہے، در حقیقت ان کا حقوقِ انسانی نظریہ، اعلان اور وثیقہ کی صورت میں اس سست روی اور طویل مخاص(Labour) کے ساتھ کم از کم سات صدیاں رواں رہا ہے۔[15] جبکہ ان کاوشوں کے مثبت انداز میں نتائج بر آمد نہیں ہو رہے ہیں۔ اس لیے کہ وہ محض عمومی سفارشات پر مشتمل ہیں اور کسی پر لازم Obligatory نہیں، بلکہ ان کی تطبیق اختیاری ہے۔ اسی وجہ سے اب تک اقوامِ متحدہ اس مغربی انسانی حقوق کے منشور پر عمل نہیں کرا سکی۔ ہر ملک میں انسانی حقوق کی پامالی ہو رہی ہے۔

پھر اس مسئلے کا سب سے بڑا تشویشناک پہلو یہ ہے کہ اس مسئلے کو ہمیشہ مغربی اقوام نے مخالف ملکوں کو دبانے، دھمکانے کے لیے استعمال کیا ہے۔ انیسویں صدی کے آخر میں عظیم اسلامی مملکتِ ترکی کے خاتمے اور اس کا اقتصادی اور سیاسی گھیراؤ تنگ کرنے کے لیے اس مسئلے کو جواز بنایا گیا۔ بیسویں صدی میں بھی مختلف قوموں اور مملکتوں کو دبانے اور ان کے خلاف تادیبی کارروائی کا جواز تلاش کرنے کے لیے "انسانی حقوق" کے مسئلے کو وجہِ جواز کے طور پر استعمال کیا گیا جبکہ خود مغربی اقوام کا ابھی تک انسانی حقوق کا ریکارڈ درست نہیں ہے۔ [16]

---

[13] Alvi, Dr. Khalid, *Islam Ka Muasharti Nizam*, p.610-611.
[14] Cheemah, Prof. Ghulam Rasool, *Islam Ka Umrani Nizam* (Lahore: Ilm o Irfan Publishers, 2004), p.339.
[15] Shudi, A'adil b. Ali/Kaliar, Khuda Bux, *Islam Ka Siyasi Nizam* (Lahore: Nashriyat, 2010), p.185.
[16] *Urdu Dairaih Ma'arif Islami* (Lahore: Danish Gah Punjab, 2002), v.2, p.318.

قرآنِ کریم میں جو انسانی حقوق کی تاریخ ہمارے سامنے واضح اور بین انداز میں پیش کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس دن پہلے انسان ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام نے اس دنیا میں قدم رکھا تھا "بنیادی حقوق" اسی دن سے اس کے احساس وشعور کا حصہ رہے ہیں اور ان کا تعین اور حصول ان کا اپنا کارنامہ نہیں بلکہ خود مقتدرِ اعلیٰ نے اسے یہ حقوق عطا کیے۔ ہیں بنیادی حقوق کے پس منظر میں جو تصور کار فرما ہے اس کی روح یہ ہے کہ کچھ متعین اور مخصوص انسانی حقوق ریاست کی جانب سے اس کے شہریوں کو ملنے چاہئیں، ان حقوق کا محور مندرجہ ذیل پانچ قسم کے تحفظات پر مشتمل ہے:

1۔ حفظ النفس۔ زندگی یا زندہ رہنے کا حق

انسان کی حیوانیت پرستی، اللہ کا انکار اور بے مقصد زندگی اور خود غرضی کی وجہ سے قرونِ اولی سے لے کر عصرِ حاضر تک انسان کشی کی جو مثالیں قائم ہیں وہ انتہائی المناک ہیں۔ طلوعِ اسلام سے قبل عرب میں جنگ وجدل، قتل وخون، انتہا پسندی اور تعصب کی کئی مثالیں نظر آتی ہیں جن کے نتیجے میں انسانی خون بے دریغ بہایا جاتا تھا۔ ذرائع معاش کی قلت، ضروریاتِ زندگی کی کمیابی اور اجتماعی نظم وضبط کے فقدان کی وجہ سے عرب جنگجوئی کو اپنی خصوصیات بلکہ مفاخر میں شمار کرتے تھے۔ ان کو خونخواری کا ایسا چسکا لگ گیا تھا کہ خونریزی کسی غرض کے لئے نہیں بلکہ مقصود بالذات بن گئی تھی۔ اس کے ساتھ شقاوت، سنگدلی، انتقام جوئی، کینہ پروری، درندگی، وحشت کے تمام خصائص بھی ان کی فطرت میں راسخ ہو چکے تھے۔ قبیلوں اور خاندانوں میں پشت در پشت عداوتیں منتقل ہوتی تھیں۔ دشمن قبیلے کو ہر طرح تباہ و برباد کرنے میں ایڑی چوٹی کا کازور لگایا جاتا تھا۔ آتشِ انتقام کو بجھانے کے لیے دشمن کو عذاب دینے اور بے حرمت کرنے کے نہایت وحشیانہ طریقے اختیار کیے جاتے تھے۔ [17] دشمن کو ایذاء دینے اور ضرر پہنچانے کے طریقے لامحدود تھے۔ یہاں تک کہ آگ کا عذاب دینے میں بھی تامل نہیں کیا جاتا تھا۔ منذر بن امری القیس نے جنگ اوارہ میں بنی شیبان پر فتح پائی تو ان کی عورتوں کو زندہ جلانا شروع کر دیا۔ [18] اسیرانِ جنگ کے ساتھ بد سے بدترین سلوک کیا جاتا تھا۔ بسا اوقات جوشِ انتقام میں ان کو انتہا درجے کی اذیتیں دے دے کر مارا جاتا تھا۔

قبیلہ عکل کا قصہ احادیث میں مذکور ہے کہ یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے چرواہوں کو پکڑ کر لے گئے۔ ان کے ہاتھ

[17] Maudoodi, Syed Abul A'la, *Al-Jihad Fil Islam* (Lahore: Idarah Tarjumanul Quran, 2002), p.181.
[18] Maudoodi, Syed Abul A'la , p.199.

پاؤں کاٹے، ان کی آنکھیں پھوڑیں، انہیں تپتی ریت پر ڈال دیا، یہاں تک کہ وہ پیاس اور تکلیف سے تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ [19]

جنگِ "اوارہ" کا واقعہ مشہور ہے کہ بنی بکر بن وائل کے جتنے اسیر منذر بن امری القیس کے ہاتھ لگے ان سب کو پہاڑ اوارہ کی چوٹی پر بٹھا کر قتل کرنا شروع کیا اور کہا کہ جب تک ان کا خون بہ کر پہاڑ کی جڑ تک نہ جائے گا، قتل کا سلسلہ بند نہ کروں گا۔ آخر جب مقتولین کی تعداد سینکڑوں سے تجاوز کر گئی اور اس کو یہ کہا گیا کہ اگر زمین پر بسنے والے تمام کے تمام بنی بکر کے افراد کو قتل کرو گے تب بھی خون پہاڑ سے زمین تک نہیں پہنچے گا تو مجبوراً اس نے منت پوری کرنے کے لیے خون پر پانی بہادیا جو بہ کر پہاڑ کی جڑ تک پہنچ گیا۔ [20]

عصرِ حاضر نے انسان کشی کی جو مثالیں قائم کی ہیں، ان کی نظیر پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ پروفیسر سورکن (Sorokin) لکھتے ہیں: "گیارہویں صدی عیسوی سے لے کر انیسویں صدی عیسوی تک تمام جنگوں میں مجموعی طور پر کوئی ڈیڑھ کروڑ انسان قتل اور زخمی ہوئے لیکن پہلی جنگِ عظیم میں صرف ایک شہر ہیروشیما میں دو کروڑ انسان ہلاک اور ناکارہ بنادیے گئے۔ دوسری جنگِ عظیم میں ہلاک شدگان کی تعداد پانچ کروڑ سے زائد تھی۔" [21] عالمی انسانی حقوق کے منشور بنانے اور عمل کرانے کی کاوشیں کرنے کے بعد بھی دنیا میں انسانی حقوق محفوظ نہیں ہیں اور عالمی حقوقِ انسانی کے اداروں کی کمزوری اور بے حسی کی بناپر آج کے جدید اور سائنسی دور میں بھی انسان کا خون جتنا ارزاں ہے اتنا شاید قدیم جاہلیت کے دور میں بھی نہیں تھا۔ دساتیر میں حقوق کی فہرست شامل کرنے کے بعد بھی انسانی حقوق کی عالمی سطح پر خلاف ورزیاں جاری ہیں اور حقوق کے علمبردار بے بس تماشائی بن کر نظارہ کر رہے ہیں۔ آمریکہ میں سن 2000ع سے لے کر 2005ع تک ساڑھے تین ہزار سیاسی قتل ہوئے اور دنیا کے مختلف حصوں میں گیارہ ہزار سیاسی جرائم میں تین لاکھ افراد قتل ہوئے۔ اسرائیل نے فلسطینی مجاہدین کا بیروت سے انخلاء کراتے وقت ہزاروں مجاہدین کو شہید کر دیا۔ اسرائیل کی حکومت نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے تقریباً ایک لاکھ افراد کو قتل کیا۔ سات ہزار خواتین کی بے حرمتی کی، دس ہزار بچوں کو اپاہج و بیکار کیا۔ دو ہزار بچوں کو زہر دے کر ختم کیا۔

[19] Al-Bukhari, Abu Abdullah Muhammad b. Ismail, *Sahih Bukhari* (Istanbul: Al-Maktabatul Islamia., 1981). v.8, p.18-19.
[20] Ibnul Asir, Izudin, Muhammad .Muhammad, *Al-Kaamil Fil Tarikh* (Beirut: Daarul Kitabil Arabi, 1985), v.1, p.334.
[21] Alvi, Dr. Khalid, *Islam Ka Muasharti Nizam*, p.87-88.

آمریکہ، برطانیہ، فرانس اور ہالینڈ نے انسانوں کو اذیت دینے والی دواؤں کو ایجاد کر کے انسانی حقوق کی پامالی کے سامان مہیا کیے۔ لاطینی امریکہ، ہند چینی کمپوچیا اور افریکہ وغیرہ میں سات لاکھ افراد قتل ہوئے۔ ساٹھ ہزار سیاسی جرائم کیے گئے۔ چھ لاکھ افراد جیلوں میں اذیت کا شکار ہوئے۔ پچاس ہزار بچوں کو اپاہج بنادیا گیا۔ تین ہزار عورتوں کی بے حرمتی کی گئی۔ فلپائن میں پانچ سال میں چار ہزار سیاسی قتل، دو ہزار عام قتل، آٹھ ہزار افراد جسمانی اذیتوں کا شکار ہوئے۔ حبشہ میں ایک لاکھ ستر ہزار انسان وحشیانہ طور پر قتل کیے گئے۔ ایک لاکھ افراد جیلوں میں صعوبتوں کے شکار، چالیس ہزار بچے اپاہج، چالیس ہزار عورتوں کی بے حرمتی، سات ہزار بچوں کو زندہ جلایا گیا۔ یوگنڈا میں دس ہزار افراد سنہ 2000ع سے 2005ع تک کے عرصے میں قتل اور سات ہزار افراد کو جلایا گیا۔ چالیس ہزار لوگ بیگار کیمپوں میں شدید اذیت کا شکار، تنزانیہ میں چھ ہزار افراد قتل، تین سو سیاسی جرائم، تین ہزار افراد جیلوں میں جسمانی اذیت کا نشانہ، بلغاریہ پولینڈ میں پانچ سالوں میں بیس ہزار افراد غائب کیے گئے۔ تیس ہزار افراد جسمانی اذیتوں میں مبتلا ہوئے۔ [22]

ان تمام روح فرزاں واقعات پر عالمی رائے عامہ خاموش ہے۔ امن کے علمبردار انسانی حقوق کے دعوے داروں کے لبوں پر مہر سکوت ثبت رہا ہے۔ متمدن دنیا کی بیسویں صدی کی انسانیت کے خلاف ان بھیانک واقعات جن کی آڑ میں انسانی خون کا سمندر بہایا گیا۔ انسان اپاہج ہوئے، شہر کے شہر تباہی اور ویرانی کی علامت بن گئے۔ لاکھوں عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوئے اور انسانی حقوق کے علمبردار محض حقوق انسانی کے ڈھنڈھورے پیٹتے رہے۔

انسانی جان کی حفاظت کے متعلق اسلام کے احکام:

اسلامی معاشرتی اور تمدنی نظام کی بنیاد جن احکام پر مشتمل ہے ان میں پہلی دفعہ یہ ہے کہ انسان کی جان اور اس کا خون محترم ہے۔ حرمتِ نفس کی جو مؤثر تعلیم اسلام نے دی ہے، وہ کسی اور مذہب اور قانون میں نہیں ہے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر مختلف پیرایوں سے اس تعلیم کی تاکید کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں دنیا کے سب سے پہلے واقعۂ قتل کا ذکر کیا گیا ہے، جو انسانی تاریخ کا اولین سانحہ تھا۔ جس میں ایک انسان نے دوسرے انسان کی جان لی۔ اس وقت پہلی مرتبہ یہ ضرورت پیش آئی کہ انسان کو انسانی جان کا احترام سکھایا جائے اور اسے بتایا جائے کہ ہر انسان جینے کا حق رکھتا ہے۔ اس واقعے کو ذکر کرنے کے بعد قرآن فرماتا ہے:

من قتل نفساً بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعًا و من احیاھا فکانما احیا الناس جمیعاً۔

---

[22] Ghauri, Sanaullah Noor, *Insani Huquq* , p.188.

"جس نے کسی متنفس کو بغیر اس کے کہ اس نے قتلِ نفس کا ارتکاب کیا ہو یا زمین میں فساد انگیزی کی ہو، قتل کر دیا، اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے اس کو زندہ رکھا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا۔" [23]

اس آیت میں قرآنِ کریم نے ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل بتایا ہے اور اس کے مقابلے میں انسان کی جان بچانے کو پوری انسانیت کی جان بچانے کے مترادف ٹھہرایا ہے۔ [24]

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نیک بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: **ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذالک یلق اثاما** [25] حرمتِ نفس کے حوالے سے سورۃ الانعام کی آیت 151 میں ارشاد باری ہے: **لا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ذالکم وصاکم بہ لعلکم تعقلون۔**[26]

انسانی جان کی عظمت کا اندازہ اس حدیث سے بھی لگایا جا سکتا ہے جس میں حضرت عبداللہ بن عمر بیان فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو مخاطب کر کے فرمایا: "تو کس قدر پاکیزہ ہے اور تیری خوشبو بھی کس قدر پاکیزہ ہے۔ تو کتنا عظمت والا ہے۔ تیری حرمت کتنی عظیم ہے۔ لیکن قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، ایک مؤمن کی عزت و حرمت اللہ کے ہاں تیری عزت و حرمت سے کہیں زیادہ ہے۔" [27]

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **اکبر الکبائر: الاشراک باللہ و قتل النفس و عقوق الوالدین و قول الزور**[28] رسول اللہ ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع میں فرمایا: **الا ان دماء کم و اموالکم و اعراضکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی بلدکم ھذا فی شھرکم ھذا ۔** [29]

"اے لوگو تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری عزت ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس آج کے دن کی، اس شہر کی، اور اس ماہِ ذی الحجہ کی حرمت ہے"

اسلام بدامنی دہشت گردی اور قتل و غارت گری کے ذریعے انتہا پسندانہ رویے کا ارتکاب کرنے والوں اور فساد فی الارض کے مرتکب، انسانیت اور مذہب دشمن افراد کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے شدید وعید اور سخت ترین سزائیں

[23] *Al-Quran*, 5:32.
[24] Maudoodi, Syed Abul A'la, *Islami Riyaat* (Lahore: Islamic publications, 2000).
[25] *Al-Quran*, 25:68
[26] *Al-Quran*, 6:151.
[27] Ibn Maajah, Muhammad b. Yazid, *Sunan Ibn Maajah* (Egypt: Isa Taaji Halabi, 1382). H.3932
[28] Al-Bukhari, Abu Abdullah Muhammad b. Ismail, *Sahih Bukhari*, v.7, p.70-71.
[29] Al-Bukhari, Abu Abdullah Muhammad b. Ismail, v.7, p.83-84.

تجویز کرتا ہے۔

حالتِ جنگ میں بھی اگر کوئی دشمن پناہ مانگے تو اسے پناہ دے کر اپنے ٹھکانے پر پہنچا دینے کا حکم ہے۔
وَ اِنۡ اَحَدٌ مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ اسۡتَجَارَكَ فَاَجِرۡهُ حَتّٰى يَسۡمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبۡلِغۡهُ مَاۡمَنَهٗ [30] کوئی امن و صلح کی درخوست کرے تو اسے مارنا حرام ہے، قیدیوں کو چھوڑ دینے کی ترغیب دی گئی ہے، ان پر سختی کرنے یا ظلم کرنے سے روکا گیا ہے۔ میدانِ جنگ میں بھی عورتوں، بچوں، بوڑھوں، معذوروں اور بیماروں کو قتل کرنے سے روکا گیا ہے۔ کھیتوں اور کارخانون کو جلانے یا نقصان پہنچانے سے منع کیا گیا ہے۔ [31] نبی اکرم ﷺ کے غزوات کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ ان میں کم سے کم جانوں کا اتلاف ہوا۔ مختلف مہمات میں کم سے کم طاقت کا استعمال کیا گیا۔ مدینہ کی ریاست 9 سال کے عرصے میں اوسطاً 294 میل روزانہ کے حساب سے وسعت حاصل کرتی رہی مگر اس طول و عرض کے باوجود ایک سو سے کم مجاہد مقام شہادت سے سرفراز ہو سکے۔ [32] آج کی مہذب دنیا کے قوانین میں حرمتِ نفس کو جو درجہ حاصل ہوا ہے وہ اُس انقلاب کے نتائج میں سے ایک شاندار نتیجہ ہے، جو اسلامی تعلیم نے دنیا کے اخلاقی ماحول میں برپا کیا تھا، ورنہ جس تاریک دور میں یہ تعلیم اتری تھی، اس میں انسانی جان کی فی الحقیقت کوئی قیمت نہ تھی۔

2۔ حفظ المال/ملکیت، حصولِ جائداد اور اس کی حفاظت اور استعمال کا حق

ملکیت سے مراد کسی مال یا شئ پر کسی شخص کا قبضہ اور اس شئ یا مال کو اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرنے کا حق۔ شیخ زین العابدین بن نجیم لکھتے ہیں: **الملک قدرة یثبتها الشارع ابتداء علی التصرف۔**[33] "ملکیت کسی شے میں تصرف پر وہ قدرت اور حق ہے جو کسی کے لیے شارع نے ابتداء ثابت کیا ہو۔" ملکیت کی مزید وضاحت میں علامہ احمد بن ادریس قرافی نے لکھا ہے کہ: **الملک حکم شرعی مقدر فی العین او المنفعة یقتضی تمکن من یضاف الیه من انتفاعه بالمملوک و العوض عنه من حیث هو کذالک** [34]

[30] *Al-Quran*, 9:4.

[31] Al-Farraa, Abu Ya'la Muhammad b. Hussain, Al-Ahkam-Us Sultaniyyah (Beirut: Darul Kutubil Ilmiyyah, 1983),p.43.

[32] Gulzar Ahmad, *Ghazawat e Rasool* (Lahore: Islamic publications, n.d.),p.40.

[33] Ibn Nujaim, Zainul Abdin, *Al-Ashbah Wal-Nazaair* (Beirut: Darul Kutubil Ilmiyyah, 1980), p.346.

[34] *Al-Mausoo'atul Fiqhiyyah* (Kuwait: Wizaratul Wiqaf wal-Shuunul Islamiyyah, 2004), p.31-39

"شریعت کی طرف سے کسی چیز میں یا کسی چیز کے نفع میں ایک ایسی اجازت ہے جس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص جس کو یہ اجازت حاصل ہے خاص اس چیز یا اس کی منفعت سے نفع حاصل کرے یا اسی حیثیت میں کہ شریعت نے اجازت دی ہو۔(کہ اس چیز یا اس کی منفعت کا بدلہ لے۔)"

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ : کیا ذاتی ملکیت انسان کا فطری جذبہ اور حق ہے؟ کمیونسٹ اس سوال کا جواب نفی میں دیتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ابتدائی دورِ انسانیت میں اشتراکیت کا دور تھا۔اس دور کے انسانی معاشرے میں ذاتی ملکیت کا سراغ نہیں ملتا تھا،اس وقت تمام چیزیں مشترکہ ملکیت ہوا کرتی تھیں، جن میں سب لوگ برابر کے شریک تھے۔ [35] چنانچہ اشتراکیت اجتماع کی نمائندہ ہونے کے لحاظ سے تمام حقوق ملکیت ریاست کو سونپتی ہے اور افراد سے ذاتی ملکیت کے تمام حقوق چھین لیتی ہے۔

اس کے مقابلے میں سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد اس مفروضے پر قائم ہے کہ فرد کی ذات مقدس ہے اور اس کا تقدس کسی صورت میں بھی مجروح نہیں ہونا چاہیے اور نہ اس پر کسی طرح کی سماجی پابندیاں عائد کی جانی چاہئیں۔اس سے ظاہر ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام بے قید ذاتی ملکیت کا حامی ہے۔[36] دور جدید میں جمہوریت کے سب سے بڑے سرپرست خود برطانیہ میں ابھی تک "دارالامراء" کے نام سے ایک ایوانِ بالا موجود ہے ،وہاں اب بھی زمانہ قدیم کا ایک ایسا جاگیر دارانہ قانون رائج ہے جس کی رو سے ایک جاگیر دار کی موت کے بعد اس کی ساری جائداد اس کے بڑے بیٹے کے قبضے میں چلی جاتی ہے۔اس قانون کا واضح مقصد جاگیر اور جائداد کو چند مخصوص ہاتھوں تک محدود رکھنا ہے تاکہ خاندان کی جائداد اور دولت ایک ہی جگہ مرکوز رہے۔ [37]اسلام واضح طور پر انفرادی ملکیت کا تصور دیتا ہے مگر یہ حقِ ملکیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہیں۔انسان نائب اور خلیفہ ہونے کی صورت میں ان اشیاء میں تصرف کا حق رکھتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: **وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیه-** " اور خرچ کرو ان چیزوں میں سے جن پر اس نے (اللہ نے) تم کو خلیفہ بنایا ہے۔" [38] یعنی جو مال تمہارے پاس ہے یہ دراصل تمہارا ذاتی مال نہیں ہے بلکہ اللہ کا بخشا ہوا مال ہے۔

---

[35] Kutub, Muhammad, *Islam Aur Jadid Zihn Ke Shubhat* (Lahore: Al-Badar Publications, 2007), p.138.
[36] Kutub, Muhammad, p.147.
[37] Kutub, Muhammad , p.154.
[38] *Al-Quran*,57:7.

تم بذاتِ خود اس کے مالک نہیں ہو، اللہ نے اپنے خلیفہ کی حیثیت سے تمہارے تصرف میں دیا ہے۔[39] سورۃ النور میں حکمِ الٰہی ہے: و اٰتوھم من مال اللہ الذی اٰتاکم ۔ اور ان کو اس مال میں سے دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے۔ [40]

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس تصرف میں اسے مالکِ حقیقی کی رضا اور اس کی منشا کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اللہ کا فرمان ہے: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۝ "اور اپنے وہ مال جنہیں اللہ نے تمہارے لیے قیامِ زندگی کا ذریعہ بنایا ہے نادان لوگوں کے حوالے نہ کرو، البتہ انہیں کھانے اور پہننے کے لیے دو، اور انہیں نیک ہدایت کرو۔" [41] اسلام نے انفرادی ملکیت کے اس تصور کے پیش نظر دوسروں کی ملکیت پر ناجائز دست درازی سے منع کیا ہے۔ ارشاد باری ہے: وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ [42] اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناروا طریقے سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے اس غرض کے لیے پیش کرو کہ تمہیں دوسروں کے مال کا کوئی حصہ ظالمانہ طریقے سے کھانے کا موقع مل جائے۔ سورۃ النساء میں فرمانِ الٰہی ہے: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ "اے لوگو جو ایمان لے آئے ہو، آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ، علاوہ اس کے کہ لین دین (تجارت) ہونا چاہئے آپس کی رضامندی سے۔" [43]

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ان دماء کم و اموالکم و اعراضکم حرام علیکم۔ [44] اس اصول کی رو سے کسی شخص سے ناجائز طریقوں کے ذریعے اس کا مال و ملکیت حاصل نہیں کیا جا سکتا، کسی شخص یا کسی حکومت کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اسلام کے وضع کردہ قوانین کو توڑ کر اور متعین صورتوں کے علاوہ جو اسلام نے واضح کی ہیں کسی کی ملکیت پر دست درازی کرے۔ اسلام نے شخصی ملکیت کو مکمل تحفظ دیا ہے اور اگر کوئی غلط طریقوں سے کسی کے مال کو حاصل کرتا ہے اس کے لیے سزائیں بھی متعین کی ہیں۔

---

[39] Maudoodi, Syed Abul A'la, *Tahheemul Quran* (Lahore: Idarah Tarjumanul Quran, 1983), v.5, p.306.
[40] *Al-Quran*, 24:33.
[41] *Al-Quran*, 4:5.
[42] *Al-Quran*, 2:188.
[43] *Al-Quran*, 4:29.
[44] Al-Bukhari, Abu Abdullah Muhammad b. Ismail, *Sahih Bukhari*.

اسلامی نظامِ معیشت میں ایک نمایاں خوبی یہ بھی ہے کہ اسلام تکافلِ اجتماعی اور معاشی میدان میں کام کرنے کے مساوی مواقع مہیا کرنے کی تاکید کرتا ہے۔اس ضمن میں اسلامی ریاست پر فرض بنتا ہے کہ ریاست ان افراد کی کفالت کرے جن کا کوئی کفیل نہیں،اسلامی ریاست میں شہریوں کا یہ ایک اجتماعی حق ہے جسے اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جن کا کوئی وارث نہیں ہے ریاست ان کی وارث ہے۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:اناوارث من لاوارث لہ،اعقل لہ و ارثہ۔ [45] جس کا کوئی وارث نہیں میں اس کا وارث ہوں،اس کی جانب سے دیت دوں گا اور اس کا وارث ہوں گا۔آپ ﷺ نے مزید فرمایا کہ: جس کا کوئی سرپرست نہ ہو اس کا سرپرست اللہ اور اس کا رسول ہے۔ [46] امام علی بن احمد بن حزم نے اسلامی ریاست کی ذمہ داریوں میں لکھا ہے:"ملک کے مالدار لوگوں پر فرض ہے کہ اپنے غریب لوگوں کی کفالت کریں۔اگر زکواۃ کی آمدنی اور سارے مسلمانوں کی فئے اس کے لیے کافی نہ ہو تو حاکمِ وقت ان کو ایسا کرنے پر مجبور کرے گا۔ان اہلِ حاجت کے لئے اتنے مال کا انتظام کیا جائے گا جس سے وہ بقدرِ ضرورت غذا حاصل کر سکیں،اسی طرح گرمی کا لباس اور ایک ایسا مکان جو انہیں سردی،بارش، گرمی،دھوپ سے محفوظ کر سکے [47]

متعدد اسلامی مفکرین کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلامی ریاست کو مقاصدِ شریعت کی تحصیل کا ذمہ دار سمجھتے ہیں، چنانچہ امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ الجوینی نے بھی یہی انداز اختیار کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں: اسلامی علاقہ میں موجود لوگوں کے تحفظ کے لیے اب جو کام باقی رہ گیا ہے وہ ایسے لوگوں کی دیکھ بھال ہے جو ہلاکت کے قریب پہنچ گئے ہوں۔ ان کی ذمہ داری کی ادائیگی صوبہ جات کے ذریعے اور حاجت روائی کے نظام اور فاقہ کشوں کی دست گیری کے ذریعے ہو گی۔حاجت روائی اور ضرورت مندوں کی ضروریات کی تکمیل کی بڑی اہمیت ہے اس کا تعلق اس طرح کی اصولی بحث سے ہو سکتا ہے کہ کسی مجموعہ فقہ میں اس پر بحث نہ ملے۔امام کو چاہیے کہ ایسے لوگوں کی کفالت اور نگرانی کو اپنی اہم ترین ذمہ داریوں میں شمار کرے۔حقیقت یہ ہے کہ دنیا اپنے سارے ساز و سامان سمیت کسی مفلس مسلمان کی تکلیف کے مقابلے میں ہیچ ہے. [48]

---

[45] Abu Dawood, Suleman b. Ash'as, *Sunan Abi Dawood* (Beirut: Daarul Kitabil Arabi, n.d.).
[46] Tirmizi, Abu Isa, *Jaam' Tirmizi* (Beirut: Darul Kutubil Ilmiyyah, n.d.).
[47] Ibn Hazam, Ali b. Ahmad, *Al-Muhalla* (Egypt: Al-Matba'tul Muniriyyah, 1352) v.6, p.156.
[48] Siddiqui, Nijatullah, *Makasid Shariat* (Islamabad: Idarah Tahqeetat Islami, 2009), p.27.

چنانچہ اسلام نے عوام کی کفالت کے لیے زکواۃ، صدقات، خمس، فئ، خراج، عشر، جزیہ، عشور (درآمدی مال کا ٹیکس) کا نظام قائم کیا ہے جن کے ذریعے لوگوں کی بنیادی ضروریات کپڑا، کھانا، مکان اور علاج کی سہولیات حاصل ہو سکیں۔ان ضروریات کو پوری کرنے کے لیے مرکزی ادارہ بیت المال قائم کرنے کا تصور دیا۔اسلام کے اس جامع معاشی نظام کو دنیا کے دیگر نظاموں سے اعلیٰ اور برتر نظام کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔ماسینون لکھتا ہے: "اسلام کو یہ خاص امتیاز حاصل ہے کہ اس نے زندگی کے اجتماعی حقوق وفوائد میں قوم کے ہر فرد کو شریک بنا کر صحیح مساوات کے تصور کا عملی نمونہ پیش کیا ہے۔اسلام لین دین میں غیر مشروط مبادلہ کو جائز نہیں سمجھتا، اسی طریقے سے وہ بینک کے سودی مال اور زندگی کی ضروریات میں غیر ضروری ٹیکسوں کا دشمن ہے، اسی کے ساتھ وہ باپ، شوہر اور بیوی کے حقوق اور دوسروں کی ملکیت اور تجارتی راس المال کا محافظ ہے۔اس میں اس نے بوژرواسرمایہ داری اور بالشویکیت، اشتراکیت کے درمیان ایک معتدل اور بیچ کی راہ اختیار کی ہے۔ مختلف رنگ و نسل رکھنے والی مسلمان قوموں اور طبقوں کے درمیان تعاون ومفاہمت میں اسلام کا ماضی ایک نادر مثال ہے، اس باب میں اسلام نے اپنے ابتدائی زمانے میں جو کر دکھایا اس سے دوسری قومیں اپنے آخری دور میں بھی قاصر ہیں، اسلام نے عرب وعجم جیسی مختلف و متضاد عناصر رکھنے والی اقوام کو حقوق و فرائض میں مساوات دے کر آپس میں متحد کر دیا اور اس میں اس کو پوری کامیابی حاصل ہوئی، افریقہ، ہندوستان اور انڈونیشیا کی بڑی بڑی مسلمان قومیں اور چین اور جاپان کی چھوٹی چھوٹی مسلم جماعتیں اس کا ثبوت ہیں، جن عناصر میں اتحاد و موافقت کی کوئی سبیل نہ ہو ان کو بھی اسلام متحد و متفق کر سکتا ہے۔[49]

3۔ حفظ العرض۔عزت وناموس کا تحفظ

اسلام جس تہذیب کا علمبردار ہے اس میں دنیا کی تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ بلند مرتبہ ومقام جو حاصل ہے وہ صرف اور صرف انسان کو ہی حاصل ہے اور یہ اعلیٰ اور عظیم مقام کسی دوسرے مذہب یا کسی قانون اور تہذیب نے نہیں دیا۔نصرانیت انسان کو پیدائشی گنہگار قرار دیتی ہے۔ان کے نزدیک انسان اس وقت تک پاک نہیں ہو سکتا جب تک کفارہ نہ ادا کرے۔ چناچہ نصاریٰ کے مذہب اور تہذیب میں انسان کو ایک گھٹیا اور پنچ مقام حاصل ہے۔ ہندو مذہب کی بنیاد ذات پات پر قائم ہے۔شودر کو ہندو معاشرے میں انسانیت کے درجے سے گرادیا گیا ہے اور اس مذہب

[49] Kurd, Muhammad Ali/Nadvi, Shah Mueenuddin, *Al-Islam Wal Hazaratul Arabiyyah* (A'zam Gharh: Darul Musannifeen, 2010) p.83-84.

کا سارا نظام برہمنیت کے گرد گردش کرتا ہے۔ جس کے اندر صرف برہمن ہی انسان ہوتے ہیں بلکہ ان کو مافوق الانسان حقوق و اختیارات کا مالک قرار دیا جاتا ہے۔ان کے عقائد میں باقی جتنی بھی اقوام ہیں ان کا فریضۂ منصبی یہی ہے کہ وہ مختلف حیثیتوں اور مختلف مراتب میں ان کی خدمت گذاری کا فرض انجام دیتے رہیں۔ منو سمرتی میں ہے :"جب کوئی برہمن پیدا ہوتا ہے تو وہ دنیا میں سب سے اعلیٰ مخلوق ہے۔وہ حاکم ہے کل مخلوقات کا، جو کچھ اس دنیا میں ہے برہمن کا مال ہے۔کیونکہ وہ مخلوق میں سب سے اعلیٰ مقام کا حامل ہے، تمام چیزیں اسی کی ہیں۔"[50]

قدیم رومی و یونانی اپنے سوا دوسری قوموں کو وحوش و برابرہ سمجھتے تھے۔ان کے قانون میں اس بدقسمت مخلوق کے لیے قتل یا غلامی کے سوا تیسری صورت موجود نہ تھی۔ ارسطو جیسا معلم اخلاق بے تکلف کہتا ہے کہ "قدرت نے برابرہ کو محض غلامی کے لیے پیدا کیا ہے"۔ [51]

مہذب مغربی اور امریکی تہذیب میں نسلی امتیاز کا نظریہ (Racism) کئی صدیوں سے پروان چڑھا جو اب تک موجود ہے۔ مغربی تہذیب نے یہ نظریہ قائم کر لیا ہے کہ سفید رنگ والے انسان دوسرے انسانوں سے برتر (Superior) ہیں اور دیگر انسان (یعنی کالے اور سانولے) ان سے کمتر ہیں۔ان کے نزدیک کالے گناہ اور برائی کی علامت ہیں اور انہیں موت اور جہنم سے منسوب کیا گیا۔اس قسم کے جملے اور الفاظ جیسے "کالی بھیڑ"، "کالا جادو" اور برائی کے معنی میں آج بھی استعمال ہو رہے ہیں۔ان کے مقابلے میں، سفید، معصومیت، پاکیزگی اور امن کا رنگ بن گیا۔[52] گہوارہ تمدن کی تاریخ میں آج بھی سیاہ رنگ جرم اور قابل نفرت تصور کیا جاتا ہے اور عملی طور پر سیاہ فام جائز آزادی اور حقوق انسانی سے محروم ہیں۔ امریکہ کے بعض مقامات پر قانوناً سیاہ فام سفید فام سے شادی نہیں کر سکتا اور نہ اسکول، یونیورسٹی، ہسپتال وغیرہ میں گوروں کے ساتھ سہولت حاصل کر سکتا ہے۔بلکہ دونوں کے لیے علیحدہ علیحدہ اسکول و ہسپتال قائم کیے گئے ہیں۔ گوروں کے مجمع عام، مہمان خانوں، کھانے کے ریستوران میں سیاہ فام کا داخلہ ممنوع ہے۔ حتیٰ کہ بعض گرجاؤں میں کالوں کو مذہبی مراسم ادا کرنے کا حق بھی نہیں ہے". [53] امریکہ میں حبشیوں کے لیے جو نفرت پائی جاتی ہے اس کا اندازہ انفرڈ فوئلے کے بیان سے لگایا جاسکتا ہے: "صوبہ جات متحدہ امریکہ میں ایسے واقعات ہوتے ہیں جو اہلِ امریکہ کے لیے کسی طرح لائق فخر نہیں کہے جا سکتے۔ وہاں کے حبشی سفید فام عورتوں

---

[50] *Manu Shastar*, p.99.
[51] Maudoodi, Syed Abul A'la, *Al-Jihad Fil Islam*, p.21.
[52] Will Durant & Ariel Durant/Muhammad b. Ali, *Tareekh Ka Sabaq* (Karahi: United Book Corporations, 1996), p.27.
[53] Moosvi, Syed Mujtaba, *Maghribi Tamadun Ki Aik Jhalak* (Delhi: Taraqee Urdu Board, n.d.), p.84.

سے بڑی محبت کرتے ہیں، یہاں تک کہ ان سے جبر یہ خواہش پوری کرنے میں بھی ان کو باک نہیں ہوتا، ایسے مجرموں کے لیے لنش کا قانون ہے یعنی ان پر تارکول مل کر ان کو موم کی بتی کی طرح جلا دیا جائے اور حکومت مقام جرم کے حبشیوں کو مجبور کرتی ہے کہ وہ بھی اپنے ہم جنس کے جلنے کا تماشہ دیکھیں۔[54]

تہذیبِ جدید کے فرزندوں کا دامن ان تمام گھناؤنے جرائم اور افعال سے داغدار ہے مگر اس کے باوجود ان کی تہذیب، شرافت اور ترقی پر کوئی آنچ نہیں آتی اور نہ ان کے ترقی یافتہ اور مہذب ہونے پر کوئی حرف آتا ہے۔[55]

انسان کی عزت و وقار کے متعلق اسلامی احکام:

تمام مذاہب عالم میں صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جس نے انسان کو تمام مخلوقات پر برتری بخشی ہے۔ عظمتِ آدمیت کے متعلق ارشاد باری ہے:

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۧ [56]

"اور یقیناً ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور ہم نے ان کو خشکی اور تری میں سواری دی اور ان کو اچھی چیزوں سے رزق دیا اور ہم نے ان کو بہتوں پر جنہیں ہم نے پیدا کیا بڑی فضیلت دی ہے۔" اسی عظمت کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو مسجودِ ملائکہ کا بھی اعزاز بخشا۔ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ [57] یہ عظمت و بزرگی اللہ کا نائب ہونے کی وجہ سے ہی دی گئی۔ ارشادِ الٰہی ہے: وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً [58] عظمت انسان کے بعد دوسری اہم خصوصیت انسانی مساوات ہے۔ انسانی معاشروں میں مدتِ دراز سے یہ ظلم ہوتا آرہا ہے کہ کچھ لوگ از خود ہی اشراف بن جاتے ہیں اور ان ہی جیسے دوسرے لوگ ارزال کہلانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ شرافت و ذلت کے معیارات خود ساختہ ہیں۔ اس تقسیم کے اسباب عموماً قوم، نسل، زبان، رنگ، جغرافیائی حدود ہوتے ہیں۔ اسلام نے ان تمام مصنوعی معیارات کو ٹھکرا کر یہ بتایا ہے کہ تخلیق کے اعتبار سے سب لوگ برابر ہیں۔ [59] ارشاد باری ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ

[54] Kurd, Muhammad Ali/Nadvi, Shah Mueenuddin, *Al-Islam Wal Hazaratul Arabiyyah*, p.19.
[55] Kutub, Muhammad, *Islam Aur Jadid Zihn Ke Shubhat* ,p.99-100.
[56] *Al-Quran*, 17:71.
[57] *Al-Quran*, 2:34.
[58] *Al-Quran*, 2:30.
[59] Alvi, Dr. Khalid, *Islam Ka Muasharti Nizam*, p.134.

نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ ۔ [60] سورۃ الحجرات میں ارشاد ہے: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۱۳ ۔ [61] اس آیت سے قومی اور نسلی امتیازات پر ضرب لگائی گئی ہے جو دنیا میں عالمگیر فساد کا موجب بنتے ہیں، قوموں اور قبیلوں اور خاندانوں کا اپنے شرف پر فخر و غرور اور دوسروں کو اپنے سے کمتر سمجھنا، اور اپنی برائی قائم کرنے کے لیے دوسروں کو گرانا ان اہم اسباب میں سے ہے جن کی بدولت دنیا ظلم سے بھر گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ فرما کر اس بڑائی کی جڑ کاٹ دی ہے کہ تمام انسان ایک ہی اصل سے پیدا ہوئے ہیں اور قوموں اور قبیلوں میں ان کا تقسیم ہونا محض تعارف کے لیے ہے، نہ تفاخر کے لیے، اور ایک انسان پر دوسرے انسان کی فوقیت کے لیے اخلاقی فضیلت کے سوا اور کوئی جائز بنیاد نہیں ہے۔[62]

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ایسے اعمال سے اجتناب کرنے کی تاکید کی گئی ہے جن سے انسان کی عزت پر حرف آتا ہو اور جن کے کرنے سے دوسرا انسان اپنی ہتک محسوس کرے، اور وہ اعمال نتیجۂ انسانی زندگی میں فساد برپا کرتے ہیں اور جن کی وجہ سے آپس کے تعلقات خراب ہوتے ہیں۔ فرمایا:

"ایک دوسرے کا مذاق اڑانا، ایک دوسرے پر طنز کرنا، برے برے نام رکھنا، بدگمانیاں کرنا، دوسرے کے حالات کی کھوج کرید کرنا، لوگوں کی پیٹھ پیچھے برائیاں کرنا یہ سب وہ افعال ہیں جو بجائے یہ کہ خود بھی گناہ ہیں بلکہ جن سے انسانوں کی عزت مجروح ہوتی ہے اور پھر ان کے درمیان اختلافات بڑھنے کی وجہ سے معاشرے میں بگاڑ بھی پیدا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ نے ان کو حرام قرار دیا ہے۔"[63]

4۔ عقل/آزادیٔ رائے اور نجی زندگی کا تحفظ

انسان کو جو چیز حیوانوں سے متمیز کرتی ہے وہ عقل ہی ہے۔ اسی عقل کے ذریعے ہی انسان خیر و شر میں تمیز کرتا ہے۔ اور پھر جو راستہ اختیار کرتا ہے اس میں وہ خود مختیار ہے۔ اسی طرح اس کو غور و فکر کرنے کی کھلی اجازت ہے۔ اسی عقل کی بنا پر اس کو بنیادی آزادیاں بھی حاصل ہیں اور ان آزادیوں میں شخصی آزادی، آزادیٔ رائے، آزادیٔ اجتماع، ریاست کے معاملات میں شرکت کا حق اور نجی زندگی کا تحفظ شامل ہیں۔ یہ آزادیاں اس شرط کے ساتھ مقید ہیں کہ اس سے دوسرے افراد کی کسی آزادی کی تنسیخ یا بے جا تحدید عمل میں نہ آتی ہو اور وہ اللہ جل شانہ کے کسی صریح حکم کی خلاف

[60] *Al-Quran*, 4:1.
[61] *Al-Quran* 49:13.
[62] Maudoodi, Syed Abul A'la, *Tahheemul Quran*, v.6, p.49.
[63] *Al-Quran*, 49:11-12.

ورزی کو مستلزم نہ ہو۔[64]

شخصی آزادی:

اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ وہ اپنے شہریوں کی شخصی آزادی کی حفاظت کرے۔اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کا اہتمام کرے کہ کوئی بھی اسی کی آزادی مجروح نہ کرے حتیٰ کہ ریاست بھی اس کی آزادی کو سلب نہ کرے الا یہ کہ اس کی آزادی اجتماعی مفاد اور دینی اقدار کے لیے مضر ثابت ہو رہی ہو، اور ایسی حالت میں معروف طریقے پر جرم ثابت کئے اور صفائی کا موقعہ دیے بغیر اس کی آزادی سلب نہیں کی جاسکتی۔ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ محض شبہات واوہام کی بنیاد کی بنیاد پر کسی کو دھر لیا جائے۔اللہ تعالیٰ نے جس آزادی کا حق انسان کو بخشا ہے اس کے حق سے محروم نہ کرے۔اس کی تصدیق رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سے ہوتی ہے۔ [65]

عن مقداد بن معدیکرب و ابی امامة عن النبی ﷺ قال: ان الامیر اذا ابتغی الریبة فی الناس افسدھم۔ [66]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: امیر جب لوگوں کے اندر شبہات کی تلاش کرے تو وہ ان کو بگاڑ دیتا ہے۔حضرت عمر نے فرمایا کہ: **لا یؤسر رجل فی الاسلام الا بحق۔** "اسلام میں کسی شخص کو سواء حق کے نہیں پکڑا جائے گا"[67] اس اعتبار سے عدل کا وہ تصور قائم ہوتا ہے جسے موجودہ اصطلاح میں باظابطہ عدالتی کارروائی (Judicial Process) کہا جاتا ہے۔یعنی کسی کی آزادی سلب کرنے کے لیے اس پر متعین الزام لگانا، کھلی عدالت میں اس پر مقدمہ چلانا اور اسے دفاع کا پورا پورا موقع دینا۔ اس کے بغیر کسی کارروائی پر عدل کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ یہ معمولی عقل (Common sense) کا تقاضا ہے کہ ملزم کو صفائی کا موقع دیے بغیر انصاف نہیں ہو سکتا۔[68]

آزادئ اظہارِ رائے:

اس کو آج کے زمانے میں (Freedom of Expression) کہا جاتا ہے۔اسلامی ریاست میں مثبت تحریر و تقریر اور رائے اور مافی الضمیر کے اظہار کی آزادی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ وہ مواد جو اسلام یا حکومت کے خلاف یا کسی فرد یا جماعت کی دل آزاری پر مشتمل نہ ہو۔ اظہارِ رائے کی آزادی افہام و تفہیم کا ذریعہ ہے۔اظہارِ رائے سے ہی مختلف مسائل کا حکومت کو علم ہوتا ہے، پھر ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔اسی اظہارِ رائے کے ضمن میں کسی کے حق میں ووٹ ڈال کر اس کو نمائندگی کے لیے منتخب کرنا بھی شامل ہے۔

---

[64] Siddiqui, Nijatullah, *Makasid Shariat* , p.293.
[65] Alvi, Dr. Khalid, *Islam Ka Muasharti Nizam,*.
[66] Muslim b. Hajjaj, *Sahih Muslim* (Egypt: Daar Ihya kutubil Arabiyyah, n.d.).
[67] Maudoodi, Syed Abul A'la, *Islami Riyaat* , p.563.
[68] Maudoodi, Syed Abul A'la, p.563.

نجی زندگی کے تحفظ کا حق:

اسلام ہر شخص کو Privacy یعنی نجی زندگی کا تحفظ دیتا ہے۔ معاشرے اور ریاست کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ شہریوں کی نجی زندگی میں دخل اندازی کریں۔ سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: یا ایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرًا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضاً "اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، یقیناً کچھ گمان گناہ ہوتے ہیں، اور ایک دوسرے کے عیب تلاش نہ کرو، اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو"[69] تجسس کی ممانعت کا یہ حکم صرف افراد کے لیے نہیں ہے بلکہ اسلامی حکومت کے لیے بھی ہے۔[70]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: **لا تتبعوا اعورات المسلمین فانه من اتبع عوراتهم یتبع الله عورته و من یتبع الله عورته یفضحه فی بیته۔** "مسلمانوں کے پوشیدہ حالات کی کھوج نہ لگایا کرو کیونکہ جو شخص کسی مسلمان کے عیوب ڈھونڈنے کے درپے ہوگا اللہ اس کے عیوب کے درپے ہو جائے گا۔ اور اللہ جس کے عیوب کے درپے ہوگا اسے اس کے گھر میں رسوا کر کے چھوڑے گا۔"[71] کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ سورۃ النور میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔[72]

سید ابوالاعلیٰ مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہ اصول مقرر کیا کہ ہر شخص کو اپنے رہنے کی جگہ میں تخلیے Privacy کا حق حاصل ہے اور کسی دوسرے شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کے تخلیے میں اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر خلل انداز ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے تخلیے کے اس حق کو صرف گھروں میں داخل ہونے کے سوال تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے ایک عام حق قرار دیا، جس کی رو سے دوسروں کے گھروں میں جھانکنا، باہر سے نگاہ ڈالنا حتیٰ کہ کسی دوسرے کا خط اس کی اجازت کے بغیر پڑھنا بھی ممنوع ہے۔[73]

ماسینون لکھتا ہے: اسلام کو یہ خاص امتیاز حاصل ہے کہ اس نے زندگی کے اجتماعی حقوق و فوائد میں قوم کے ہر فرد کو شریک بنا کر صحیح مساوات کے تصور کا عملی نمونہ پیش کیا ہے۔ اسی کے ساتھ وہ باپ، شوہر اور بیوی کے حقوق اور دوسروں کی ملکیت اور تجارتی راس المال کا محافظ ہے اس میں اس نے بورژوا سرمایہ داری اور بالشویک اشتراکیت کے درمیان ایک معتدل اور بیچ کی راہ اختیار کی ہے، مختلف رنگ و نسل رکھنے والی مسلمان قوموں اور طبقوں کے درمیان

[69] *Al-Quran*, 49:12.
[70] Maudoodi, Syed Abul A'la, *Tahheemul Quran* , v.3, p.89.
[71] Ahmad b. Hanbal, *Musnad Ahmad b. Hanbal* (Beirut: Daar Saadir, n.d.) .4, p.421-422.
[72] *Al-Quran*, 24:27.
[73] Maudoodi, Syed Abul A'la, *Tahheemul Quran*, v.3, p.377.

تعاون و مفاہمت میں اسلام کا ماضی ایک نادر مثال ہے۔اس باب میں اسلام نے اپنے ابتدائی زمانہ میں جو کر دکھایا اس سے دوسری قومیں اپنے آخری دور میں بھی قاصر رہیں۔اسی نے عرب و عجم جیسی مختلف و متضاد عناصر رکھنے والی اقوام کو حقوق و فرائض میں مساوات دے کر آپس میں متحد کر دیا اور اس میں اس کو پوری کامیابی حاصل ہوئی۔افریقہ، ہندوستان اور انڈونیشیا کی بڑی بڑی مسلمان قومیں اور جاپان کی چھوٹی چھوٹی مسلمان جماعتیں اس کا ثبوت ہیں۔جن عناصر میں اتحاد و موافقت کی کوئی سبیل نہ ہو ان کو بھی اسلام متحد و متفق کر سکتا ہے۔[74]

5۔حفظ الدین۔دین و مذہب اختیار کرنے اور مذہبی رسموں کی بجا آوری کا حق مذہب اور عقیدے کی آزادی

عہد جاہلیت میں مختلف مذہب کے پیروکار مذہبی تعصب اور مذہبی فرقہ پرستی جیسے امراض میں مبتلا تھے۔مذہبی مخالفت عروج پر تھی اور دوسرے مذاہب کو قطعاً غلط اور جھوٹا تصور کیا جاتا تھا اور کسی دوسرے مذہب والے کو اس مذہب میں داخل ہونے کی بھی اجازت نہیں تھی۔مشرکینِ مکہ کا نظریہ یہ تھا کہ چونکہ ہم ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں، لہٰذا دوسرے بنی نوع انسان ہمارے برابر نہیں ہو سکتے۔چناچہ دورانِ حج یہ لوگ عرفات میں عام لوگوں کے ساتھ نہیں ٹہرتے تھے اور اسے اپنے لیے عار سمجھتے تھے۔[75]

مارٹن لوتھر کی احتجاجی تحریک مین انگلستان کے 286 مذہبی علماء کو زندہ جلایا گیا۔اسپین میں 2300 نیدرلینڈ میں 50000 اور دیگر یورپی ممالک میں 25000 سے زائد مذہبی رہنماؤں کو اذیتیں دے کر قتل کیا گیا۔[76] شاہ تھیوڈوسیوس نے اپنے فرامین میں ہر قسم کی غیر مسیحی عبادتوں کو خواہ وہ اعلانیہ ادا کی جائیں یا گھرون مین چھپ کر، حکومتِ وقت کے خلاف بغاوت اور جرم مستلزم سزائے موت قرار دیا۔مندروں کو مسمار کرنے، جائداد ضبط کرنے اور عبادت کے لوازمات کو مٹا دینے کا عام حکم دے دیا۔اس کے حکم کے مطابق سب سے پہلے مرکزی حکومت میں بھی مشق کی گئی۔"گال" کے صوبے میں "تورس" کے بشپ نے دیندار پادریوں حتیٰ کہ ان درختوں کو جو مقدس سمجھے جاتے تھے، پیوند خاک کر دیا۔[77] مارسیلوس (Marcellus) نے جو حلقہ فامیا (Docess of Apamea) کا بشپ تھا اس نے "جوپیٹر" کے عظیم الشان مندر کو تباہ کیا اور دیگر غیر مسیحی معابد کو بھی مسمار کرا دیا۔[78] اسکندریہ میں مصر کے آرچ بشپ تھیوفیلوس (Theophilus) نے "سیراپیس" کے بت کو ٹکڑے

[74] Kurd, Muhammad Ali/Nadvi, Shah Mueenuddin, *Al-Islam Wal Hazaratul Arabiyyah*, p.83-84.
[75] Najmuddin, *Rusum e Jaahiliyat* (Lahore: Maktabah Rasheediyyah, 1988), p.44.
[76] Qadri, Abdul Hamid, *Dimensions of Christianity* (Islamabad: Da'wah Academy, 1998), p.32.
[77] Maudoodi, Syed Abul A'la, *Al-Jihad Fil Islam*. p.450-451).
[78] Maudoodi, Syed Abul A'la, p.451.

ٹکڑے کر ڈالا، اس کے بازوؤں کو اسکندریہ کے بازاروں میں گھسیٹوایا گیا تاکہ اس کے معتقدین دیکھ کر جلیں اور آخر میں اس کے ٹکڑوں کو ہزارہا آدمیوں کے سامنے جلوادیا۔ اسی طرح دوسرے صوبوں میں بھی مذہبی دیوانوں کی ایک پوری فوج کسی باضابطہ اختیار اور کسی نظم و تربیت کے بغیر پرامن باشندوں پر حملے کرتی اور قدیم فنِ تعمیر کے بہترین نمونوں کو برباد کرتی پھرتی تھی۔ [79]

ان مظالم کا نتیجہ یہ ہوا کہ بت پرست رعایا نے تلوار کے خوف سے اس مذہب کو قبول کیا، جس کو وہ دل سے پسند نہ کرتی تھی۔ بددل اور بے اعتقاد پیرووں سے مسیحی کلیسا بھر گئے۔ 38 برس کے اندر روم کے عظیم الشان سلطنت سے وثنیت کا نام ونشان مٹ گیا اور یورپ، افریکہ اور شرق ادنی میں تلوار کے زور سے مسیحیت پھیل گئی۔ اس کے بعد سے مسیحیوں اور غیر مسیحیوں کے درمیان اور خود مسیحیوں میں باہم لڑائیاں ہوئی ہیں ان میں اخلاق و انسانیت کی مبادی و اصول کو بالائے طاق رکھ کر جنگ کے ایسے ایسے وحشیانہ طریقے اختیار کیے گئے جن کے ہولناک ذکر سے تاریخ کے اوراق سیاہ ہیں۔ [80] پانچویں صدی عیسوی میں چرچ کا یہ مشن تھا کہ دوسرے مذاہب اور عقائد کو ختم کر دیا جائے۔ وہ لوگ جو عیسائی نہیں تھے، ایک قانون کے تحت ان کی جائداد ضبط کر کے ان کے لیے سزائے موت تجویز کی گئی. [81]

آج بھی تعصب کے پجاری، یوگوسلاویہ، البانیہ، روس اور یورپ کے زیرِاثر ممالک مثلاً شمالی افریقہ، کینیا اور زنجبار، ملایا اور بھارت میں کبھی امن و سلامتی کے نام پر اور کبھی قوم کی تطہیر کے نام پر مسلمانوں کا قتلِ عام کرتے رہتے ہیں۔ [82] بوسنیا میں 1941 سے 1945 کے دوران ایک لاکھ بیس ہزار مسلمان ہلاک کیے گئے تھے۔ حجاب کا مذاق اڑانے کے لیے عورتوں کے چہروں کی کھالیں کھینچ کر اتار دی گئی تھیں۔ وضو اور نماز کا تمسخر بنانے کے لیے مردوں کے ہاتھ، پیشانیوں کی کھالیں چھیل دی گئیں۔ بھاری ہتھوڑوں سے سر پھاڑ دیے گئے اور رپورٹروں نے راستوں میں بکھرے ہوئے انسانی بھیجے دیکھے۔ اس وحشت سے نہ زخمی، نہ بیمار، نہ عورت، نہ بچہ کوئی بھی نہ بچتا۔ [83]

ایک طرف تو اسلام کی قائم کردہ حدود کو وحشیانہ کہا جاتا تھا مگر "ڈیلی ٹیلی گراف لندن" میں ایک آنکھوں دیکھی رپورٹ پڑھ لیجیے۔ شاید آپ کو یقین نہ آئے کہ آپ اس مہذب زمانے میں رہ رہے ہیں۔

سولیوڈیلک اپنے شہر کا نقشہ کاغذ پر بنا کر بتاتا ہے: یہ ہیں وہ پل جہاں روزانہ ہی مسلمان ذبح کیے جاتے تھے۔ یہ ہے وہ سڑک جہاں اس سے خون صاف کرایا گیا تھا۔ یہ ہے وہ مقام جہاں اس نے انسانی سر سے لٹکتا ہوا مغز دیکھا اور وہ (سرب

[79] Maudoodi, Syed Abul A'la, p.451.
[80] Maudoodi, Syed Abul A'la, p.450-451.
[81] Farooqi, Dr. Abdul Ghani, *Europe Ka Urooj* (Lahore: Metro printers, 2009), p.47.
[82] Kutub, Muhammad, *Islam Aur Jadid Zihn Ke Shubhat* ,p.304.
[83] Murad Khurrum, *Maghrib Aur Alam Islam* (Lahore: Manshoorat, 2006), p.143.

درندے) ویگنوں اور لاریوں میں ایک ایک گلی میں جاتے فہرستوں کے مطابق اپنے شکار تلاش کرتے۔ زیادہ تر نوجوان اور ادھیڑ عمر کے مسلمانوں کو لاریوں میں بھر کر لوگوں کو پلوں تک لے جاتے، اتار کر دیواروں کے ساتھ کھڑا کر دیتے۔ پھر ان کو ذبح کر دیا جاتا۔ کسی کے سر میں گولی مار کر، کسی کا گلا گھونٹ کر، کسی کی پیٹھ میں چھرا گھونپ کر۔ پھر ان کی لاشیں دریائے ڈرینا میں پھینک دی جاتیں۔ ساتھ ہی ساتھ باقی گلیوں میں ایک وین اعلان کرتی پھرتی کہ مسلمانوں تم بلکل محفوظ ہو۔ [84]

یہ چند دلخراش حوالے ہیں۔ ان کرب ناک واقعات میں سے جو مذہبی جنون و تعصب کے نتیجے میں انسان نے انسان کے ساتھ کیے ہیں۔ انسانی نسل کشی کی۔ اس کرب ناک داستان کا سفر قدیم جاہلیت کے دور سے شروع ہوا اور ابھی تک متمدن اور مہذب معاشروں اور جدید انسانی حقوق کے علمبر داروں کے دور تک بڑی سبک رفتاری کے ساتھ جاری ہے۔ مذہب کی آڑ میں ان کے پاسبانوں کی نگاہ میں انسانی جان کی کوئی قیمت ہی نہیں رہی ہے۔ وہ سنگدلی اور شقاوت کو کارِ ثواب سمجھتے ہوئے اپنے مذہب کے مخالفوں کے ساتھ غیر فطری، غیر انسانی سلوک اختیار کرتے ہوئے اپنی آتشِ غضب کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور دنیا کے سامنے خود کو انسانی حقوق کے علمبر دار ہونے کے بھی دعوے دار ہو رہے ہیں۔

اسلام میں مذہبی آزادی اور غیر مسلم کے حقوق:

اسلامی قانون میں غیر مسلم شہریوں کو اپنے مذہبی فرائض بجالانے کی آزادی ہے۔ ان کے مذہبی معاملات میں کسی قسم کی پابندی نہیں ہے اور ان کو اپنا مذہب تبدیل کرنے پر بھی مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ [85]

اللہ تبارک وتعالیٰ نبی اکرم ﷺ کو خطاب کر کے ہر مسلمان کو تنبیہ کرتا ہے کہ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٩﴾ [86] قرآن مجید نے مومنوں کو باطل پرستوں کو برا بھلا کہنے سے بھی روکا ہے۔ فرمایا: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ [87]

رسول اللہ ﷺ نے یہود مدینہ کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا جسے میثاق مدینہ کہا جاتا ہے اس کے مطابق انہیں اپنے عقیدہ وعبادت کی پوری آزادی بھی دی گئی تھی۔ اور ساتھ ساتھ ان کے جان، مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کی ضمانت بھی

[84] Murad Khurrum, p.143.
[85] *Al-Quran*, 2:256.
[86] *Al-Quran*, 10:99.
[87] *Al-Quran*, 6:108.

دی گئی تھی۔

ممتاز مفکر جارج برنارڈ شو(George Bernard Show) اپنی کتاب Islam our choice میں لکھتا ہے: "محمد ﷺ کے مذہب کو میں نے اس کی حیران کن قوت اور صداقت کی وجہ سے اعلیٰ ترین مقام دیا ہے۔ میرے خیال میں محمد ﷺ کا مذہب دنیا کا واحد مذہب ہے جو دنیا کو ابتری سے نکال کر برتری کی طرف لے جا سکتا ہے۔ میں نے اپنی عمر کو یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے مطالعے میں ختم کر دیا ہے مگر سچ تو یہ ہے کہ قرآن کے معاشرتی نظام سے بہتر معاشرتی نظام کہیں بھی نہیں ہے۔ مدینہ میں موجود یہودی مکمل طور پر مذہبی آزادی سے مالامال تھے، سیاسی اور اقتصادی اور مذہبی آزادی ان کو حاصل تھی۔ان کی جان و مال و عزت و آبرو مکمل طور پر محفوظ تھی۔ان کو مسلمانوں کی طرف سے قطعاً کوئی خطرہ نہ تھا۔یہودی جتنا عرصہ بھی مدینہ میں رہے مسلمانوں کے ہاتھوں ان کو قطعاً کوئی تکلیف نہیں پہنچی تھی۔ مگر جب یہود نے مسلمانوں کے ساتھ غداری کی، بدعہدی کی تو پھر ان کے خلاف محمد ﷺ نے کاروائی کی اور یہ ظلم نہ تھا۔یہودا گر آج یہ بات کہتے ہیں کہ ان پر ظلم کیا گیا تھا، ان کو جلاوطن کر دیا گیا، ان کا مال لوٹ لیا گیا تھا،ان کو غلام بنالیا گیا تھا، ان کا یہ کہنا بلکل غلط ہے بلکہ حق یہ ہے کہ یہ سب کچھ ان کے کئے کی سزا تھی". [88]

رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل اور تعلیمات پر سختی سے عمل کرتے ہوئے خلفاء راشدین اور بعد کے حکمرانوں نے بھی غیر مسلموں کے ساتھ غیر متعصبانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے ان کے ساتھ عدل وانصاف والا معاملہ رکھا۔

کیرین آرمسٹرانگ اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتی ہے :اسلام نے مشرقِ وسطی کی سرزمین میں جنم لیا تھا جہاں مختلف مذہبوں کے لوگ آباد تھے۔ جہاں مختلف ادیاں کے پیروکار صدیوں سے ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہ رہے تھے۔ مشرق کے مسیحی بازنطینی سلطنت میں اقلیتی مذہبی گروپوں کو اپنے عقائد پر عمل کرنے اور مذہبی معاملات میں آزادی اور خود مختاری حاصل تھی۔ اسلامی سلطنت میں عیسائیوں کو تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھنے کی اجازت تھی، بشرطیہ کہ وہ حضرت محمد ﷺ کی محبوب شخصیت پر حملے نہ کریں۔اسلامی مملکت کے بعض علاقوں میں جو آزاد خیالی کی روایت چل نکلی جسے مسلمانوں نے اس وقت تک جب تک وہ شائستگی اور ادب کی حدود میں رہیں برداشت کیا۔[89]

[88] Sarohi, Muhammad Yasin, *Islam Aman Aur Salamati Ka Dars Deta Hai* (Lahore: Mushtaq Book Corner, n.d.), p.175.
[89] Armstrong Karen/Malik Naeemullah, *Muhammad, Paighambar Islam Ki Sawanih Hayat* (Lahore: Abu Zar Publications, 2009), p.37-38.

اسلامی ریاست میں جو بستیاں امصارِ مسلمین میں نہیں ہیں ان میں غیر مسلم شہریوں کو شراب و خنزیر بیچنے، صلیب نکالنے اور ناقوس بجانے سے نہیں روکا جائے گا۔ خواہ وہاں مسلمانوں کی کتنی ہی کثیر تعداد آباد ہو۔ البتہ یہ افعال امصار مسلمین میں ناپسندیدہ ہیں، یعنی ان شہروں میں جنہیں جمعہ و عیدین اور اقامت حدود کے لیے مخصوص کیا گیا ہو، ہاں وہ فسق، جس کی حرمت کے وہ خود بھی قائل ہیں، مثلاً زنا اور دوسرے فواحش، جو ان کے دین میں حرام ہیں، تو ان کے ارتکاب سے ان کو ہر حال میں روکا جائے گا، خواہ وہ امصار مسلمین میں ہوں یا خود اپنے امصار میں۔[90]

امصارِ مسلمین میں غیر مسلموں کے جو قدیم معابد ہوں ان سے تعرض نہیں کیا جائے گا، اگر وہ ٹوٹ جائیں تو انہیں اسی جگہ دوبارہ بنانے کا ان کو حق ہے لیکن نئے معابد بنانے کا حق نہیں ہے۔[91] البتہ وہ مقامات جو امصار مسلمین میں نہیں ہیں تو ان میں غیر مسلم شہریوں کو نئے معابد تعمیر کرنے کی بھی عام اجازت ہے اسی طرح وہ مقامات جو "مصر" نہ رہے ہوں (یعنی امام نے ان کو ترک کر کے، وہاں اقامت جمعہ و اعیاد اور اقامت حدود کا سلسلہ بند کر دیا ہو) ان میں بھی غیر مسلموں کو نئے معابد کی تعمیر اور اپنے شعائر کے اظہار کا حق حاصل ہے۔[92] "رسول اللہ ﷺ نے اہلِ نجران کے معاہدے میں صاف صاف فرمادیا تھا کہ: ان کے خالص مذہبی امور میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔[93]

اسلامی ریاست میں غیر مسلم رعیت کو اپنے مذہبی معاملات میں ہر قسم کی آزادی کے ساتھ ساتھ اسلامی عدالت میں ان کی اپنی ملت کے قانون (Personal Law) کے مطابق طے کیے جائیں گے، اسلامی قانون ان پر نافذ نہیں کیا جائے گا۔ جرمنی میں سترہویں صدی تک یہ ایک عام مسلمہ اصول رہا ہے کہ حاکم وقت کا جو مذہب ہو اس کی رعایا کو بھی اسی مذہب کی پیروی کرنی چاہیے لیکن آج تک کسی مسلمان حکمران نے اس اصول کو اختیار نہیں کیا اور اس کو اپنا دستور العمل نہیں بنایا۔[94]

غیر مسلموں کے ساتھ خلفاء راشدین اموی اور عباسی خلفاء اور عام مسلمانوں کا یہی طرز عمل تھا ان تمام ملکوں کے خلفاء وامراء کا جہاں اسلام کا علم نصب تھا غیر مسلموں کے ساتھ یہی سلوک تھا، وہ خلفاء تک جو مذہبی تعصب میں مشہور تھے غیر مسلم ماہرین فنون کو اپنا رازدار بناتے تھے اور اپنے دل کی باتیں تک ان پر ظاہر کرتے تھے مہماتِ امور ان کے سپرد کرتے تھے اپنی حرم تک کے بارے میں ان پر اعتماد کرتے تھے، ان کے مدارج بڑھاتے تھے، ان پر احسانات کی

[90] Maudoodi, Syed Abul A'la, *Islami Riyaat,* p.586-587.
[91] Maudoodi, Syed Abul A'la, p.586-587.
[92] Maudoodi, Syed Abul A'la, p.586-587.
[93] Bulazuri, Ahmad b. Yahya, *Futuhul Buldan* (Beirut: Darul Kutubil Ilmiyyah, 1983), p.76.
[94] Arnold, T.W/Sheikh Inayatullah, *Preaching of Islam* (Lahore: Ministry of Religious Affairs, 2004), p.438.

بارش کرتے تھے، ایسی رواداری و مسامحت یورپ کے بعض ملکوں میں مدتوں کی جنگ اور ایک مخلوق کی انتہائی خونریزی کے بعد اب جاکر کچھ دنوں سے پیدا ہوئی ہے۔ [95]

De Golineau نے اسلام کی مذہبی رواداری کے مسئلے پر اپنے خیالات کو بڑے پر زور الفاظ میں یوں بیان کیا ہے کہ: اگر ہم مذہبی اصول سے سیاسی ضروریات کو الگ کر دیں، جنھوں نے مذہب کے نام پر زبان اور ہاتھ سے کام لیا تو کوئی مذہب اسلام کی مثل رواداری اور صلح کل نہیں ملے گا، جس نے دوسروں کو اس قدر مذہبی آزادی دی بلکہ ان کے دین و ایمان سے مطلق سروکار نہ رکھا ہو سواء ایسی صورتوں کے کہ مسلمان سلطنتوں نے ملکی مصلحت کے خیال سے مذہبی اتحاد کے لیے ہر طریقہ اختیار کیا ہو، رواداری مسلمانوں کی طبیعت کا ایک محکم خاصہ اور مکمل مذہبی آزادی ان کے مذہب کا دستور العمل رہا ہے لہٰذا ہمیں اپنی توجہ جور و تعدی کے واقعات تک محدود نہیں رکھنا چاہیے جو کہیں کہیں پیش آئے، اگر ہم ان واقعات کو نزدیک سے دیکھیں تو ہمیں فوراً معلوم ہو جائے گا کہ ان کے اسباب سیاسی تھے یا کسی خاص حکمران کی ذاتی افتاد طبع یا لوگوں کے غیظ و غضب کا نتیجہ تھے، ایسے موقعوں پر مذہب کا نام محض حیلے بنانے کے طور پر لیا گیا ہے ورنہ یہ واقعات در حقیقت مذہب کے دائرے و احاطے سے خارج تھے۔ [96]

خلاصہ:

یہ ہیں بنیادی حقوق جو اسلام کی طرف سے انسانوں کو دیے گئے ہیں۔ جن کو رسول ﷺ نے اپنے آخری خطبہ میں بیان کیا تھا۔ یعنی، حفاظتِ جان، حفاظتِ مال، حفاظتِ عزت و آبرو اور حفاظتِ دین کی تاکید فرمائی تھی۔ حجۃ الوداع انسانوں کے بنیادی حقوق کا وہ عظیم منشور ہے جس نے انسانیت کو وہ عظیم مقام دیا، جس کی انسانیت صدیوں سے متلاشی تھی۔ رسول ﷺ کی قائم کردہ اسلامی ریاست ایک مثالی ریاست تھی جو بعد میں آنے والی اسلامی حکومتوں کے لیے رہنمائی کرتی ہے۔ جس کا محور امن، سلامتی، محبت اور بھائی چارے پر قائم ہے۔ اگر دنیا رسول اللہ ﷺ کے ان احکام اور اصولوں کو نافذ کرے تو وہ حکومتیں اور معاشرے انتشار، بدامنی اور فساد سے نجات حاصل کر سکتے ہیں.

[95] Kurd, Muhammad Ali/Nadvi, Shah Mueenuddin, *Al-Islam Wal Hazaratul Arabiyyah*, p.44.
[96] Arnold, T.W/Sheikh Inayatullah, *Preaching of Islam*, p.436.